السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

فرقۃ الناجیہ سے متعلق سوالات کے جوابات

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

سوال اول کا جواب یہ ہے کہ حدیث افتراق امت سند کے لحاظ سے حسن یا صحیح ہے ضعیف نہیں ہے۔ اگر اس کا کوئی طریق سند ضعیف ہے تو اس حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا۔ صحت حدیث کے لئے اس کے تمام طریق پر غور کرنا اور نفس مسئلہ جو اس حدیث سے ظاہر ہے اس کو دیگر احادیث صحیحہ کی رو سے جانچنا ضروری ہے سو اس اعتبار سے یہ حدیث حسن یا صحیح ہے اور قابل حجت ہے امام ترمذی نے اس حدیث کے بیان کرنے والے چار صحابی ذکر کئے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سعید بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شارح سفر اسعادت نے گیارہ اور بتائے ہیں پس یہ حدیث کل پندرہ صحابہ سے مروی ہے۔ اور مجموع طرق کے اعتبار سے صحیح ہے۔ اور دیگر احادیث صحاح اس کی موئید ہیں۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔ اور حافظ سخاوی نے اس کی صحت کو مقاصد حسنہ میں تسلیم کیا ہے۔ اور علامہ شاطبی نے کتاب الاعتصام ص 123 جلد 2 میں اس کی صحت کو برقرار رکھا ہے۔ اور امام ذہبی نے اس کو شرط مسلم پر بتایا ہے۔ (مستدرک حاکم جلد 1 ص 128 موضوعات کبیر ص 31 میں ہے۔

قال الحاکم انه حدیث کبیر فی الاصول

کے یہ حدیث اصول دین کے لحاظ سے بہت بڑی ہے اور تذکرہ الموضوٹ ص 15 میں حدیث افتراق امت نقل کی ہے جس میں جملہ **ما انا علیه واصحابي** وارد ہے۔ اس پر یہ لکھا ہے۔ حسن صحیح

عن ابی ہریرہ وسعد وابن عمرو انس وجابر وغیر ہم یعنی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ جو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سعد بن عمر انس وجابر رضوان اللہ عنہم اجمعین وغیرہ سے مروی ہے۔ تنقیح الرواۃ ص 41 ج میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ اور وہ روایت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حسن کہا ہے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ

ورواه ایضا الحاکم باسناد حسن وفیه زیادة ما انا علیه واصحابی الیوم

یعنی اس حدیث کو امام حاکم نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا اور اس میں یہ جملہ زوائد ہے۔ ما انا علیه واصحابي اليوم یعنی وہ فرقہ نجات پائے گا۔ جو اس عقیدے پر قائم رہا۔ جس پر آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین عہد نبوی میں قائم تھے۔ عوف بن مالک کی روایت پر امام حاکم فرماتے ہیں۔ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (مستدرک جلد 4 ص 430) اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پر یہ لکھتے ہیں۔ '' یہ سندیں ایسی ہیں۔ کہ اس حدیث کو صحیح کہنے پر ان سے حجت لی جا سکتی ہے۔ '' امام ذہبی نے بھی ان حدیثوں پر سکوت فرمایا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ ان کا بھی اس پر صاد ہے اور پھر وہ حدیث صحیح جس پر یہ جملہ وارد ہے۔

لا یزال طائفة من امتی قائمین علی الحق لا یضرہم من خالفهم حتی یاتی امر اللہ

رواة البخاری و مسلم) یعنی میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا۔ جس کو مخالفین کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ اس کی موئد ہے عزیزی نے سراج منیر میں علامہ علقمی سے حدیث افتراق امت نقل کر کے لکھا) ہے۔ کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور امام بیہقی نے بھی اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ (تاریخ اہل حدیث عربی ص 49) اس تصریح سے یہ واضح ہوا کہ اس حدیث کے مجموعہ اسناد کا اعتبار کیا جائے تو یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ؟

سوال۔ دوم کا جواب۔ دخول نار سے مراد یہ ہے کہ وہ گمراہ فرقے جو اپنے عقائد و اعمال کی رو سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے خلاف ہیں۔ اور ان کے عقائد اور اعمال میں بدعت پائی جاتی ہے۔ اور اسی بدعی عقائد و اعمال کے اعتبار سے ہی وہ فرقہ ناجیہ سے علیحدہ شمار ہیں ان کے اوصاف اور ان کے فرقوں کی ہیت کذائی گروہ ناجیہ کے بلکل منافی ہے۔ وہ جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ چنانچہ مسند احمد اور ابو داؤد کی روایت جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں یہ صراحت ہے۔ **اثنتان وسبعون فی النار وواحد فی الجنة** یعنی بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے۔ اور ایک جنت میں جائے گا۔ دوزخ اور جنت کے تقابل سے تمام تاویلیں بے کار ہو گئیں۔ اور اس سے ثابت ہو گیا کہ اس دخول سے مراد حقیقی جنت اور دوزخ میں جانا ہے۔ پس جو شخص جنت کا داخلہ منظور کرانا چاہتا ہے۔ اس کو چاہیے کہ مسلک سنت کو لازم پکڑے اور بدعت سے کلی پرہیز کرے۔ حدیث ناطق ہے۔

(من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة (مشکواة

یعنی جو شخص میرے طریقے کو پسند کرتا ہے۔ وہ میرے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔ تنقیح الرواۃ میں اس حدیث کے تحت یہ لکھا ہے۔ **معنی حب السنة العمل علی وفق السنت**

سنت کی محبت یہ ہے جہ سنت پر عمل کرنا چاہیے۔

سوال سوم کا جواب۔ باقی رہا یہ سوال کہ حدیث کلھم فی النار سے دخول خلود ہے۔ یا غیر خلود سواس کا جواب یہ ہے کہ الاال س میں تفصیل ہے کہ جن فرقوں کے عقائد واعمال حد شرک وکفر کو پہنچ گئے ہیں ان کے لئے تو خلود فی النار ہے اور جن کے عقائد واعمال حد شرک وکفر کو نہیں پہنچتے۔ ان کے لئے خلود نہیں ہے۔ صرف ابتداء دوزخ میں جایئں گے۔ اور سزا بھگت کر انتہا نجات پا جایئں گے۔

سوال چہارم کا جواب۔ دیگر یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اگر غیر خلود مراد ہے۔ تو فرقہ ناجیہ اور غیر ناجیہ میں کوئی فرق نہیں رہتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دخول نار کے مختلف اسباب اور موجبات ہیں۔ مثلاً ایک غیر مسلم کا دوزخ میں داخلہ اور سبب سے ہے۔ اور ایک مسلمان چور سود خور زانی قاتل وغیرہ گناہ گار کا داخلہ اور وجہ سے ہے۔ بعض لوگ غیر اسلام دین رکھنے کی وجہ سے جہنم میں جایئں گے۔ ان کے لئے جہنم کا طبقہ اور ہوگا۔ اور جو مسلمان گناہ گار جایئں گے۔ ان کا طبقہ جہنم میں اور ہوگا۔ کفار کے لئے تو خلود ہے۔ اور مسلمان فساق کے لئے خلود نہیں ہے۔ حالانکہ دونوں گروہ دوزخ میں داخل ہیں۔ لیکن اعتبار اور حیثیت کا فرق ہے۔ چنانچہ ابن کثیر میں ہے کہ طبرانی میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ ہ الا اللہ کے کہنے والوں میں سے بعض لوگ بسبب اپنے گناہوں کے جہنم میں جایئں گے۔ پس لات وعزی کے پجاری ان سے کہیں گے۔ کہ تمہارے لا الہ الا اللہ کہنے نے تمھیں کیا نفع دیا۔ تم تو ہمارے ساتھ ہی جہنم میں جل رہے ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ان سب کو وہاں سے نکال لے گا۔ اور نہر حیات میں انھیں غوطہ دے کر ایسا کر دے گا۔ جیسے چاند گرہن سے نکلا ہو۔ پھر یہ سب جنت میں جایئں گے۔ وہاں انھیں جہنمی کہا جائے گا۔ (ابن کثیر اردو ص 2 پ 14)

اب دیکھیے! کفار مشرکین اور گناہ گار جہنمی کہلاتے ہیں۔ لیکن اسباب دخول میں اور ان کی معیاد میں فرق ہے۔ اور دوزخ میں ان کے درجات وطبقات میں بھی فرق ہے۔ اس طرح کفار اور منافقین کے درجات اور طبقات میں بھی فرق ہے۔ پس اسی طرح فرقہ ناجیہ کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک وہ جو مطلقا ہی دخول نار سے محفوظ ہوں گے وہ تو وہ لوگ ہیں جو من حیث الاعتقاد اور من حیث العمل بطریق نبوی ﷺ وصحابہ کرام پورے پابند رہے۔ جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین محدثین تھے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں۔ جو تقصیرات اعمال سے گناہ گار اور مجرم ہیں ان کو اللہ چاہے تو اللہ بخش دے اور چاہے تو کچھ معیاد تک عذاب کرے اور پھر نکال لے۔

اور غیر ناجیہ فرقہ کے لوگوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اپنے اعتقاد اور اعمال کی وجہ سے کفار مشرکین کے جرم تک پہنچ گئے ہیں۔ وہ تو ان کے ہمراہ مطلق دائمی جہنمی ہوں گے۔ اور جو حد کفر تک نہیں پہنچے۔ صرف احداث اور افتراق سے گناہ گار ہوگئے ہیں۔ تو ان کو گناہ گار مسلمانوں کی طرح معیادی عذاب ہوگا۔ لیکن گناہ گار مسلمان کا جرم یہ ہے کہ اس نے ایک چیز کو۔۔۔ گناہ جان کر پھر ہواہش نفس سے عمداً وہ گناہ کیا۔ اور ایک غیر مشروع کو مشروع ٹھرایا۔ اور ایسا کام کیا جس ثبوت شرع میں نہ تھا۔ اور پھر اس کے کرنے کا ثواب اللہ سے چاہا۔ حالانکہ اللہ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر اس کے ثواب دینے کا وعدہ نہیں کیا۔ یہ ابتداء ناجیہ نہیں ہے۔ لیکن انتہا ناجیہ ہے کیونکہ گناہ گار مسلمانوں کی حد میں داخل ہے۔ اور اس نے یہ گناہ کیا ہے کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی جماعت اہل اتفاق کا طرز عمل چھوڑ کر یہود وغیرہ گمراہ اقوام اہل افتراق کا طریقہ اختیار کرلیا اور حکم الہیٰ تھا۔

کہ دین کو اکھٹے ہو کر اتفاق سے بصورت جماعت قائم رکھو اور اس میں باہم تفرقہ پیدا نہ کرو۔ نیز ارشاد ہے۔

تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاوٗ جو فرقہ فرقہ ہوگئے۔ اور انہوں نے باوجود دلائل شرعیہ کے پھر اختلاف کیا۔ اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

مسلمانوں میں جو گناہ گار ہیں۔ وہ بھی دوزخ کی سزا کے مستحق ہیں۔ اب ان کو کفار کے مقابلے میں جو ناجیہ کہیں گے۔ کیونکہ انتہا نجات پایئں گے۔ اور جو ابتداء نجات پر کر جنت کو گئے ہیں۔ ان کے مقابلے میں دوزخی کہہ سکتے ہیں۔ اور غیر ناجیہ بھی۔ صرف اعتبارات او حیثیات مختلف ہیں۔ از جناب شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے جوابات سنئے۔ انہوں نے حدیث

ستفترق امتی علی ثلاثۃ وسبعین فرقۃ کلھم فی النار الا واحدۃ

ج 1 آ ص 24-25) پر لکھ کر یہ سوال کیا ہے۔ کہ جمعیع فرقوں کے فی النار ہونے سے کیا مراد ہے۔ ؟ خلود یا غیر خلود ؟ اور ناجیہ کے نانی ہونے سے کیا مراد ہے۔ کیا مطلقا جہنم میں نہ جایئں گے۔ یا بعض گناہ گار جایئں گے۔ اس کا جواب شاہ صاحب نے مختلف علماء سے کئی طرح نقل کیا ہے۔

اول یہ کہ مراد دخول من حیث الاعتقاد ہے فرقہ ناجیہ کو اعتقاد کی جھت سے دخول نار بالکل نہیں ہوگا۔ اگرچہ کچھ معیاد تک تقصیرات اعمال کی جھت سے دخول نار ہوگا،۔

دوم۔ جواب جو مختار امام غزالی ہے جو محدثین اور محققین ن بھی پسند کیا ہے۔ کہ مراد ناجیہ سے وہ لوگ ہیں جن کو من حیث الاعتقاد ور من حیث الاعمال دخول نار مطلق ہوگا۔ اور وہ ابتداء ہی داخل بہشت ہوں گے۔ اور تفسیر فرقہ ناجیہ کی جو یہ ہے کہ

الذین ہم علی ما انا علیہ واصحابی

یعنی جو لوگ اس عقیدہ وعمل پر ہے۔ اور میرے صحابہ ہیں۔ وہ ناجی ہیں۔ اس گروہ پر خوب چسپاں ہے۔ کیونکہ عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین میں عقیدہ اور عمل میں کوئی بدعت ظاہر نہ ہوئی تھی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ تمام فرقے باطل پر ہیں۔ اگرچہ ان کا ایک عقیدہ باطل پر ہے۔ یا دو عقیدے ایک عمل باطل ہے یا دو عمل فرقہ ناجیہ وہ ہے کہ جن کے عقیدے اور عمل میں کوئی بطلان نہیں ہے۔ اور پھر جواب اول کو ارجح اور اقوی قرار دیا ہے۔ اور فرمایا کہ تعریف فرقہ ناجیہ کی یہ عبارت الذین ہم علی ما انا علیہ واصحابی دلالت کرتی ہے کہ وہ ایسی جیز پر کہ وہ فرقہ ناجیہ اور رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے درمیان مشترک ہے اور یہ بدیہی امر ہے کہ سوائے عقائد کے دوسری کوئی چیز مشترک نہیں ہو سکتی۔ لہذا عقائد کی روح سے یہ فرقہ ناجیہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ آپ ﷺ نے حدیث افتراق میں جب سلسلہ کلام شروع فرمایا تو یہ فرمایا کہ میری امت پر ایک دور ایسا آئے گا۔ کہ وہ بنی اسرایئل کی روش پر چلنے لگیں گے۔ اور بالکل ان کے مطابق ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے ناجائز فعل کیا ہے تو میری امت میں سے بھی ایسے لوگ ہوں گے۔ جو ایسا برا فعل کریں گے۔ بنی اسرایئل بہتر فرقے ہوگئے تھے میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی۔ وہ سب دوزخ میں جایئں گے۔ مگر ایک فرقہ سلامت رہے گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے کہا کہ وہ کون سا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ (مشکواۃ)

اس میں ماں سے بدکاری کرنے کا زکر کرکے یہ ظاہر کر دیا۔ کہ میری امت کی عملی حالت نہایت سوز ہو جائے گی۔ اور بنی اسرائیل کے افتراق سے یہ ظاہر کر دیا کہ میری امت کئی فرقوں میں بٹ جائے گی۔

سوال ۔ پنجم کا جواب ۔ دیگر سوال یہ ہے کہ صحابہر ضوان اللہ عنہم اجمعین کا سوال فرقہ ناجیہ کے متعلق تھا تو جواب میں صرف ما انا علیہ کافی تھا۔ کیونکہ شریعت الٰہی کا کامل نمونہ اور اسوۂ حسنہ صرف آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے ۔ آپ ﷺ کے اقوال اور افعال ہی تمام امت کے لئے حجت ہیں ۔ اور کسی کا قول و فعل خواہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہویا تابعی حجت شریعہ نہں ۔ پھر اپنے ساتھ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو فرقہ ناجیہ کی تعریف میں شامل کیوں کیا گیا ہے ۔ ؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ تعریف میں واصحابی کے الفاظ سے اصحاب کا کوئی جداگانہ طریقہ مراد نہیں ہے ۔ کہ آپ ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ عنہم اجمعین کا طریقہ آپ ﷺ کے طریق کے سوا کوئی اور طریق تھا ۔ اس کے مستقل بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ۔ بلکہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کا طریقہ بالکل واحد تھا ۔ آپ ﷺ نے جو اپنی ذات کے ساتھ اپنے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو رکھا ہے ۔ تو اس کی معقول وجہ اور ہے ۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ سائل نے اس دور فتن کی جماعت حقہ کی تعین اور تعریف طلب کی ہے ۔ جس کی برائی کی خبر آپ ﷺ نے دی تھی ۔ تب آپ ﷺ نے جواب میں صرف کتاب و سنت پر عمل کرنا معیار نہیں بتلایا حالانکہ حقیقت میں معیار یہی ہے ۔ لیکن یہ جواب اس نازک دور پر فتن کے مناسب حال نہ تھا ۔ کیونکہ اس دور فتن میں ہر باطل فرقہ کا یہ دعویٰ ہو سکتا تھا ۔ کہ ہم ہی کتاب و سنت کے حامل اور عامل ہیں ۔ چنانچہ اب اس زمانے میں ایسا ہی ہو رہا ہے ۔ اسی لئے آپ ﷺ نے اس زمانے کی مناسب حال تعریف فرمائی اور یہ واضح کر دیا کہ یہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جس کا تعامل کتاب و سنت پر اس عملی تصویر اور مکمل نقشہ کے مطابق ہو ۔ جس کو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے باہمی تعامل سے تیار کیا ہے ۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے تعامل کو بھی اپنے ساتھ زکر کیا ۔ تاکہ امت کو صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا وقار و احترام بھی ملحوظ رہے اور ان سے بغض و عناد رکھ کر ان پر زبان درازی نہ کریں رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے درمیان عملی اور مذہبی تفریق نہ کریں ۔

دوسری وجہ ہے کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں ۔ جو اپنے نبی کی اقتداء کرتے ہیں ۔ اور ان پر فدا کار اور جانباز ثابت ہوتے ہیں ۔ اور وہ مقاصد شریعت جو نبی نے بیان کیے ہوئے ہیں ۔ ان کو بلا واسطہ ہی سے سمجھا جاتا ہے ۔ جن کو انھوں نے اپنے افعال اور اقوال سے دوسرے لوگوں تک پہنچانا ہوتا ہے ۔ اور وہ اپنے نبی کریم اور دوسرے لوگوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں ۔ جن پر نبی کو پورا اعتماد ہوتا ہے ۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرقہ ناجیہ کی تعریف میں صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے تعامل کو بھی ساتھ رکھا ۔ اب اگر آپ ﷺ کے کسی قول و فعل کے سمجھنے میں شبہ پیدا ہو تو صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے تعامل میں اس کو نمونہ دیکھ لیا جائے کیونکہ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا مجموعی عمل بھی عین شریعت تھا ۔ اور وہ نور نبوت سے کامل طور پر منور تھے ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک موقع پر حیوانات کے کلام کرنے کے مسئلہ میں یہ فرمایا تھا ۔ "کہ میں ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیوانوں کے کلام کرنے پر ایمان رکھتے ہیں ۔ حالانکہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت موجود ہی نہ تھے تو ان کی غیر حاضری میں یہ بیان فرمانا اس مسئلے کی مذید تصدیق اور ان پر کامل اعتماد ظاہر کرنے کے لئے تھا اور اسی بناء پر **علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین** فرمایا گیا ۔ اللہ تعالیٰ نے بھی آیت **محمد رسول اللہ والذین معہ**

میں صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے اوصاف اور تعامل حمیدہ کی تعریف کی ہے اس لئے کہ وہ حضور ﷺ کی تعلیم کا عملی نمونہ تھے ۔ جس طرح کہ آپ ﷺ تعلیم وہدایت الٰہی کے عملی نمونہ تھے ۔ پس جب عہد نبوی ﷺ میں نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کا شریعت کا عملی نقشہ کھینچنے میں اشتراک تھا ۔ تو آپ ﷺ کا انکو اپنے عملی نمونہ پش کرنے میں ساتھ بیان کرنا عین انصاف تھا ۔ نیز یہ واضح ہو کہ اقوال صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے حجت ہونے میں تو اختلاف ہے ۔ بعض حجت قرار دیتے ہیں ۔ اور بعض انکار کرتے ہیں ۔ لیکن صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے مجموعی تعامل کو جس کو اجماع صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کہتے ہیں ۔ اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق حجت ہے ۔ **کما لا یخفی علی اہل العلم** بلکہ علامہ ابن حزم باوجود اہل ظاہر ہونے کے طائفہ اہل حق کے اجماع کی حجت قطعی قرار دیتے ہیں ۔ یعنی یہ صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی زمانہ اہل حق سے خالی نہیں ہے ۔ جب طائفہ اہل حق کسی شے پر اتفاق کر لیں تو وہ حق قطعی ہے ۔ بشرط یہ کہ یہ یقینی طور پر ظاہر ہو جائے کہ اہل حق تمام اس چیز پر متفق ہیں اور کوئی ان کا مخالف نہیں ہے ۔ یہی مطلب **لا تجتمع امتی علی ضلالۃ** ۔ کا ہے ۔ (اخبار الاعتصام جلد 9 ش 8-9)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 11 ص 107-114

محدث فتویٰ